سُوْرَةُ النِّسَاء کی تفسیر Lesson 7: An-Nisa (Ayaat 51-70): Day 21

آیت 51 سے تفسیر دیکھتے ہیں؛ یہود کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ ملا ہے (پھر باوجود اس کے) وہ بُت اور شیطان کو مانتے ہیں اور وہ لوگ کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہِ راست پر ہیں۔ (۵۱)

جو یہ کہتے ہیں کہ کفّار زیادہ اچھے ہیں یا سیدھی راہ پر ہیں، انھیں کیا سزا ملے گی؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ؕ ﴿٥٢﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنادیا ہے اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے۔ (۵۲)

یہ پہلی سزا ہے کہ اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی۔ ان کو کبھی ہدایت نہیں ملے گی یہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے۔ اُن کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۙ ﴿٥٣﴾ ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔ (۵۳)

یہود کے علماء کے بارے میں بات ہو رہی ہے کہ مال کی محبت اتنی زیادہ ہے کہ اگر اُن کے قبضے میں کچھ

ہوتا تو کسی کو تِل برابر چیز بھی نہ دیتے۔ اگر اللہ نے ان کو کوئی اختیار دیا ہوتا تو یہ کبھی دوسرے لوگوں میں کچھ نہ بانٹتے۔

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ﴿۵۴﴾ یا دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو ہم نے (حضرت) ابراہیمؑ کے خاندان کو کتاب بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے۔ (۵۴)

یہاں اشارہ ہے اللہ کے نبیؐ کی طرف کہ یہود کے علماء اللہ کے نبیؐ سے جلتے تھے۔

فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡہُ ؕ وَکَفٰی بِجَہَنَّمَ سَعِیۡرًا ﴿۵۵﴾

سو ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لائے اور بعض تو ایسے تھے کہ اس سے روگرداں ہی رہے اور دوزخ آتش سوزاں ہی کافی ہے۔ (۵۵)

اِن میں سے صرف چند لوگ ہی اللہ کے نبیؐ پر ایمان لائے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۵۶﴾ بلاشک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کر دیں گے جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم (اس پہلی کھال کی جگہ فوراً) دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ عذاب ہی بھگتتے رہیں بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ (۵۶)

اُسی گروپ کی بات ہو رہی ہے۔ کہ ان کو جہنم کی سزا ملے گی۔

لیکن جو لوگ اِن میں سے مسلمان ہو گئے پھر اُن کی بات ہو رہی ہے؛ اللہ اُن سے راضی ہو گا اور اُن کو انعامات ملیں گے۔ جنّت کا تحفہ ملے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ان کو عنقریب ایسے باغ میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اُن کے واسطے ان میں پاک صاف بیبیاں ہونگی اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کر دینگے۔(۵۷)

یہاں یہ موضوع مکمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں بات کر کے مثال دی ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے اور نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ کفر پر مرتے ہیں۔ اُن کے لئے جہنم کی سزا ہے۔

اور جو ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں، اُن کو جنّت ملے گی۔

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یہاں خاص نقطہ یہ ہے کہ اُن کو کتاب دی گئی۔ یعنی تورات اصل شریعت کا ایک حصّہ دیا گیا (نصیباً)۔ قرآن مکمل شریعت ہے۔

الم تر یعنی حیرت ہو رہی تھی۔ کہ اِن کو اللہ کا دین پہنچ گیا پھر بھی شرک کرتے ہیں اور اللہ کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ : یہ اپنے نفس اور شیطان کی بات مانتے ہیں۔

کل اس سے مراد یہود تھے، آج ہر وہ دیندار جس کو اللہ کا دین پہنچ گیا لیکن وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اس سے مراد وہ علماء ہیں جو لوگوں کی نظر میں عالم فاضل ہیں لیکن اُن کی تعلیمات میں شرک ہے۔

بِالْجِبْتِ: ج ب ت: ہر وہ چیز جو بے کار ہو۔ بے حقیقت، بے اصل۔ ابن عبّاسؓ کہتے ہیں جبت حبشی زبان میں ساحر کو کہتے تھے۔

وَالطَّاغُوْتِ : اور کاہن۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں جبت یعنی جادوگر اور طاغوت شیطان۔ مالک بن انسؒ کہتے ہیں۔ جبت جادو اور اللہ کے سوا جس چیز کی بھی عبادت کی جائے وہ طاغوت ہیں۔

قران پاک میں بھی یہی خلاصہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کی جانے والی ہر چیز طاغوت ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی عبادت اللہ سوا کی جائے۔ پھر فرمایا کہ انکی جہالت بے دینی اور خود اپنی کتاب کے ساتھ کفر کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافروں کو مسلمانوں پر ترجیح اور افضلیت دیتے ہیں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف مکہ والوں کے پاس آئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا تم اہل کتاب اور صاحب علم ہو بھلا بتاؤ تو ہم بہتر ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے کہا تم کیا ہو؟ اور وہ کیا ہیں؟ یعنی اپنے دین کی تفصیل بتاؤ اور اللہ کے نبیؐ کیا دین پیش کرتے ہیں؟

تو اہل مکہ نے کہا ہم صلہ رحمی کرتے ہیں تیار اونٹنیاں ذبح کر کے دوسروں کو کھلاتے ہیں، لسی پلاتے ہیں غلاموں کو آزاد کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے اور ہمارے رشتہ ناتے تڑوا دیے۔ ان کا ساتھ غریبوں اور چند لوگوں ہی نے دیا ہے جو قبیلہ غفار میں سے ہیں اب بتاؤ ہم اچھے یا وہ؟ تو ان دونوں نے کہا تم بہتر ہو اور تم زیادہ سیدھے راستے پر ہو۔ یعنی بے شک برہنہ ہو کر طواف کرتے ہو، شراب پیتے ہو، زنا کرتے ہو، سود کھاتے ہو لیکن تم اچھے ہو۔

(یہاں پر آپ غور کریں کہ بعض دیندار اللہ کے ماننے والوں کو کافروں سے بھی بُرا سمجھتے ہیں)

بنو وائیل اور بنو نضیر کے چند سردار جب عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آگ لگا رہے تھے اور جنگ عظیم کی تیاری میں تھے اس وقت جب یہ قریش کے پاس آئے تو قریشیوں نے انہیں عالم و درویش جان کر ان سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ تو ان لوگوں نے کہا تم اچھے دین والے اور ان سے زیادہ صحیح راستے پر ہو اس پر ہی یہ آیت اتری اور خبر دی گئی کہ یہ لعنتی گروہ ہے اور ان کا مدد و معاون دنیا اور آخرت میں کوئی نہیں اس لیے کہ صرف کفار کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے بطور چاپلوسی اور خوشامد کے یہ کلمات اپنی معلومات کے خلاف کہہ رہے ہیں لیکن یاد رکھ لیں کہ یہ کامیاب نہیں ہو سکتے ۔

ابو سفیان نے ان سے کہا کہ تم ہمارے بتوں جبت اور طاغوت کو سجدہ کرو اور ہمارا ساتھ دینے کا عہد کرو۔ انہوں نے کافروں کو خوش کرنے کے لئے بُتوں کو سجدہ تک کر دیا۔ پھر اللہ کے نبیؐ کے خلاف گٹھ جوڑ کیا۔ بعض لوگ اس حد تک گر جاتے ہیں۔ کہ اپنے فائدے کے لئے شیطانی کام کرتے ہیں۔

جبت اور طاغوت سے ہمیں بچنا ہے ان میں جادو، کہانت، فال گیری، ٹونے ٹوٹکے۔ وہمی باتیں۔ شگون لینا، نقش، جنتر منتر، سیّاروں کی کہانیاں۔ اگلا ہفتہ کیسا گزرے گا وغیرہ۔

اپنا جائزہ لیں۔ آج ہم کیا کچھ کرتے ہیں؟

مسلمان بھی وہی کام کرنے لگے ہیں جو پچھلے زمانے میں یہود اور مشرکین نے کیئے۔ کالی بلّی راستہ نہ کاٹے، کوا دیوار پر بولے تو مہمان آئے گا، 13 کا ہندسہ یا صفر کا مہینہ منحوس ہے۔ یہ سب باتیں اس ایک آیت سے رَدّ ہوتی ہیں۔ اللہ کے نبیؐ نے فرمایا صفر منحوس نہیں۔

اگلی آیت میں ان سب کی سزا بیان کی جا رہی ہے۔ پڑھا لکھا دور ہے۔ سمجھ جائیں۔ اپنے آپ کو ان سب سے محفوظ کر لیں۔

قرآن پر غور و فکر کریں۔ اگر پچھلی زندگی میں کوئی غلط کیا تو توبہ کریں۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور اپنے آپ کو توہمات اور بُرے شگون سے بچا لیں۔ مسلمان بہت عرصہ تک ہندوؤں کے ساتھ رہے تو ہمارے کلچر میں غلط عقائد شامل ہو گئے ہیں۔ غیر اللہ کا خوف بندے سے ایسے کام کرواتا ہے۔

بعض اوقات ایسے رسم و رواج یا باتیں ہماری زندگی میں شامل ہو جاتی ہیں جن کو ہم شرک نہیں سمجھتے۔ خود مضبوط ہو جائیں تو پھر دوسروں کو نصیحت کریں۔ مثال جیسے چھوٹے سر والے یا ہیجڑے پہنچے ہوتے ہیں ان کی بد دُعا نہ لیں۔ یہ خود بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

اللہ کی اطاعت اور بندگی کریں۔ لوگوں سے نہ ڈریں۔

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے۔۔۔۔۔"

اگلی بات لعنت کیا ہے؛ل ع ن۔ دُور، لعنت یعنی بُعد: رسوائی ذلّت، اللہ کی رحمت سے دور۔

اللہ کے بندے ہیں۔ اُس نے اپنے بندوں پر لعنت بھیجی ہے۔ لعنت یعنی کافر ہے تو اللہ کی رحمت سے دور اور مومن یعنی صالحین کے درجے سے گر گئے۔ مسلمان ہے تو نیک لوگوں کی صحبت سے دور۔

بعض لوگوں کو زبان پر اختیار نہیں ہوتا اور وہ اپنے اوپر یا دوسروں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ بعض اوقات ہم دعائیں مانگتے ہیں اور قبول نہیں ہوتیں کیونکہ ہم ایسے کام جانے یا انجانے طور پر کر رہے ہوتے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اور جن پر اللہ اور اسکے کے نبیؐ نے لعنت بھیجی۔

"لعنتی کون لوگ ہیں"

لعنت کا معنی و مفہوم امام ابن اثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اصل اللعن، الطرد والابعاد من اللہ :لعنت کا اصل مفہوم اللہ تعالی کی رحمت سے دوری اور پھٹکار ہے۔ تو جس پر اللہ کی ہی پھٹکار ہوگئی پھر اس کے لیے کوئی جائے امان نہیں، اس لیے ہم کو ہر ایسے فعل سے بچنا چاہیے جو موجب لعنت ہو،

کن کن لوگوں پر لعنت کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:

"1: سودی معاملہ کرنے والے پر لعنت"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔

صحیح مسلم، کتاب المسافاۃ

"2: قومِ لوط والا عمل کرنے والے پر لعنت" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالٰی نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جس نے قومِ لوط والا عمل کیا، مسند احمد،

قومِ لوط کا عمل یہ تھا کہ وہ مردوں سے خواہش پوری کرتے تھے، یعنی ہم جنس پرست تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر قومِ لوط کے عمل سے ڈرتا ہوں

سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود

"3: اپنے جسم پر مصنوعی، غیر فطری کام کروانے والی عورتوں پر لعنت

" یعنی بھنویں بنانے والی، Plucking کروانے والی۔ تاکہ بھنویں باریک ہو جائیں۔ دانت ترشوانے والیوں اور tattoo بنوانے والیوں پر لعنت۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خوبصورتی کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں، اور سامنے کے دانتوں کے درمیان خوبصورتی کے لیے کشادگی کرنے والیوں، جو اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کرتی ہیں ان سب پر لعنت بھیجی، صحیح بخاری، کتاب التفسیر

"4: شراب کی وجہ سے دس افراد پر لعنت"

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے بارے دس افراد پر لعنت کی ؛

کشید کرنے والا ، کشید کروانے والا ، پینے والا ، اٹھانے والا ، جس کے لیے اٹھائی جائے ، پلانے والا بیچنے والا ۔ شراب کی قیمت کھانے والا ، خریدنے والا اور جس کے لیے خریدی جائے ۔

سنن ترمذی، کتاب البیوع

شراب سے متعلقہ دس افراد پر لعنت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بہت ہی کبیرہ گناہ ہے، اس حدیث رسول نے شراب کی طرف جانے والے تمام راستے بند کر دِیے ہیں۔

اور یہی دین اسلام کا خاصہ ہے کہ نہ صرف برائی کو ختم کرنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ برائی کی طرف جانے والے راستے بھی بند کر دیتا ہے،

5: چھ قسم کے لوگوں پر اللہ کے نبیؐ کی لعنت؛

رسول اکرمؐ نے فرمایا! چھ افراد ہیں جن پر میری بھی لعنت ہے اور خدا کی بھی لعنت ہے اور ہر نبی کی لعنت ہے، (ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ اُس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔) کتاب خدا میں زیادتی کرنے والا، قضاوقدر کا انکار کرنے والا (تقدیر کو جھٹلانے والا۔)، لوگوں پر زبردستی حاکم بن کر صاحب عزت کو ذلیل اور ذلیلوں کو صاحب عزّت بنانے والا، میری سنت کو ترک کر دینے والا، محرمات کو حلال کرنے والا۔ (یعنی محرم عورتوں سے تعلقات کرنے والا، مثال بیٹی، بہن ماں)۔ حرام خدا کو حلال بنالینے والا اور اجنبی پر شہوت کی نظر ڈالنے والا۔ (مستدرک حاکم 2 ص 572

"6: مرد وعورت کا ایک دوسرے کی مشابہت کرنا"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، صحیح بخاری، کتاب اللباس

عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت مردانہ جوتے پہنتی تھی، اُس پر لعنت بھیجی گئی۔

مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا یہ فطرت کے مخالف

ہے،فساد کا دروازہ کھولنا اور غیر شرعی آزادی کو رائج کرنا ہے، اس لیے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ یعنی ہیجڑے۔ اللہ کے نبیؐ کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے۔ وہ مہندی لگاتے اور ایسے کام کرتے۔ پھر جب یہ آیت آئی تو لوگ ڈر گئے۔

ہیجڑے جیسی حرکتیں کرنا جائز نہیں۔ ہمارے ہاں ایسے لوگ عجیب حرکتیں کرتے ہیں۔

ہمیں دوسروں پر لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤمِنَ لَيْسَ بِاللَّعَّانِ. مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔" احمد بن حنبل، المسند، 3948

مومن گالی گلوچ کرنے والا یا لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے کاموں سے اجتناب فرماتے تھے:

یہ کہ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا کو لعنت کہا جاتا ہے۔ کسی کو کہنا کہ ملعون ہے یا لعین ہے یا مردود ہے یا اس پر اللہ کی مار ہے یا اللہ کی پھٹکار ہے یہ سب لعنت کے مفہوم میں شامل ہے اور کسی پر بے وجہ لعنت کرنا بہت سخت بات ہے۔

عام طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو اور جھوٹوں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ لیکن کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ وہ (جس پر لعنت کی جارہی ہے) کفر پر مر گیا۔ آدمی تو آدمی باقی چیزوں کو، ہوا کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔اس نے ہوا پر لعنت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم دی ہوئی ہے۔اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے مستحق نہیں ہے تو لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف لوٹ جاتی ہے، وہاں دروازے بند کر دئے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا) پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے زمین کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں (یعنی کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو) پھر دائیں بائیں کا رخ کرتی ہے جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو پھر اس شخص پر لوٹ آتی ہے جس پر لعنت کی ہے اگر وہ لعنت کا مستحق تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر آکر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔(ابوداؤد)

دوسروں پر لعنت نہ بھیجیں۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔(۵۳)

بعض اس پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے پس یہ کافر اپنے کفر میں بہت سخت اور نہایت پکے ہیں اور ہدایت و حق سے بہت ہی دور ہیں پھر انہیں ان کی سزا سنائی جارہی ہے کہ جہنم کا جلنا ان کی سزا ہے۔

یہ اپنے حسد کی وجہ سے اللہ کے نبیؐ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

سورۃ النساء انسان کی تربیت کے لئے بہترین سورۃ ہے۔

حسد کیا ہے؟هو تمني زوال نعمة الغير : دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا۔

کہ فلاں کو علم کیوں مل گیا۔ فلاں کو مال کیوں مل گیا۔ فلاں کے پاس گھر، اولاد، نعمت یا سہولت ہے اور وہ ہے۔ یعنی سادے الفاظ میں اللہ کی تقسیم اور بانٹ پر راضی نہ ہونا۔ کہ اللہ نے فلاں کو یہ دیا مجھے نہیں دیا۔ فلاں کا بھی ضائع ہو جائے۔

”کسی دوسرے کی خوش حالی پر جلنا اور تمنا کرنا کہ اس کی نعمت اور خوش حالی دور ہو کر اسے مل جائے۔“

آج ہم دیکھتے ہیں کہ علماء اور دیندار لوگوں میں ایک دوسرے کے لیے حسد پایا جاتا ہے حالانکہ اپنے علم و دین کی وجہ سے ان کے اَخلاق اعلیٰ اور ظرف کشادہ ہونے چاہئیں۔ انہیں ایک دوسرے کی نیکیوں پر رشک کرنا چاہیے اور نیکیوں میں مسابقت کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے نہ کہ ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے کا۔ علماے حق آج بھی ایک دوسرے سے حسد نہیں کرتے، کیونکہ ان کا مقصد حب الٰہی ورضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے اس لیے وہ کسی کو اپنے سے آگے بڑھتا دیکھیں تو خوش ہوتے ہیں، اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی بجائے دست و بازو بن جاتے ہیں۔

انسان کا ایمان و دین اس کے تقویٰ، اخلاص و کردار سے جانا جاتا ہے اور حاسد میں یہ خوبیاں نہیں ہوتیں۔

1۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے اس کا ڈر بالکل نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے البتہ میں اس بات کا اندیشہ کرتا ہوں

کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے دنیا کے مزوں میں پڑ کر حسد نہ کرنے لگو۔(صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر1218)

۲۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ جدا رہے (قطع تعلق کرے)۔(صحیح بخاری:جلد سوم:حدیث نمبر1003)

۴۔ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بھلائی سے رہیں گے جب تک وہ حسد سے بچتے رہیں گے۔(طبرانی فی الکبیر ۷۱۵۷)

جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا، انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ (56)

اللہ کی آیتوں کے نہ ماننے اور رسولوں سے لوگوں کو برگشتہ کرنے والوں کی سزا اور ان کے بدانجام کا ذکر ہو رہا ہے انہیں اس آگ میں دھکیلا جائے گا جو انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اور ان کے روم روم کو سلگا دے گی اور یہی نہیں بلکہ یہ عذاب دائمی ایسا ہو گا ایک چمڑا جل گیا تو دوسرا بدل دیا جائے گا جو سفید کاغذ کی مثال ہو گا ایک ایک کافر کی سو سو کھالیں ہوں گی ہر ہر کھال پر قسم قسم کے علیحدہ علیحدہ عذاب ہوں گے ایک ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ کھال الٹ پلٹ ہو گی۔یعنی کہدیا جائے گا کہ جلد لوٹ آئے وہ پھر لوٹ آئے گی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تو آپ پڑھنے والے سے دوبارہ سنانے کی فرمائش کرتے وہ دوبارہ پڑھتا تو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کو اس کی تفسیر سناؤں "کھال ایک ایک ساعت میں سو سو بار بدلی جائے گی اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے) " تفسیر ابن ابی حاتم:3/5493:ضعیف و باطل)

حضرت سیّدِ نا ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:''دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب جس کو ہو گا اسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔'' صحیح البخاری مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ابو طالب ہونگے۔

جنہوں نے دین اسلام اور اللہ کے نبیؐ کا ساتھ دیا لیکن اسلام قبول نہ کیا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ان کو عنقریب ایسے باغ میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اُن کے واسطے ان میں پاک صاف بیبیاں ہونگی اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ میں داخل کر دینگے۔(۵۷)

پھر نیک لوگوں کا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنت عدن میں ہوں گے جس کے چپے چپے پر نہریں جاری ہوں گی جہاں چاہیں انہیں لے جائیں اپنے محلات میں باغات میں راستوں میں غرض جہاں ان کے جی چاہیں وہیں وہ پاک نہریں بہنے لگیں گی، پھر سب سے اعلیٰ لطف یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں ابدی اور ہمیشہ رہنے والی ہوں گی نہ انہیں زوال آئے گا، نہ ان میں کمی ہوگی، نہ واپس لی جائیں گی، نہ فنا ہونگی، نہ سڑیں نہ بگڑیں گی، نہ خراب ہونگی، نہ ختم ہوں گی۔

پھر ان کے لیے وہاں حیض و نفاس سے گندگی اور پلیدی سے، میل کچیل اور بو باس سے، رذیل صفتوں اور بے ہودہ اخلاق سے پاک بیویاں ہوں گی اور گھنے لمبے چوڑے سائے ہوں گے جو بہت فرحت بخش بہت ہی سرور انگیز راحت افزا دل خوش کن ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے ایک سو سال تک بھی ایک سوار چلا جائے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو یہ شجرۃ الخلد ہے۔ بخاری و مسلم) " تفسیر ابن جریر الطبری:9843)

ظِلًّا ظَلِيلًا: اس کے معنی ہیں گھنا سایہ: تجوید کے لئے نقطہ نوٹ کریں کہ اگر مخرج غلط ہو تو ہم اس کو ز لیل پڑھنے کی غلطی کر سکتے ہیں۔

کچھ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ عرش کا سایہ ہو گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمادے جو اللہ کے عرش کے سایے تلے ہوں گے۔ آمین۔

حدیث: سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھتر ہاتھ ہوں گی اور ان کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے۔ جب ان کھالوں کو آگ کھا لے گی تو اور کھالیں آ جائیں گی۔

ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ مسند احمد میں ہے " جہنمی جہنم میں اس قدر بڑے بڑے بنا دیئے جائیں گے کہ ان کے کان کی نوک سے کندھا سات سو سال کی راہ پر ہو گا اور ان کی کھال کی موٹائی ستر ذراع ہو گی اور کچلی مثل احد پہاڑ کے ہوں گی۔ " (مسند احمد)

اللہ سے دعا ہے ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ کرے۔ آمین۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اس سے آگے کے رکوع میں بہت سارے مسائل کا حل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے بلاشک اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب دیکھتے ہیں۔(۵۸)

یہ آیت اُمّہات الآیات میں سے ایک آیت ہے۔یعنی ایک آیت میں بہت سارے معنی ہیں۔ بہت اہم آیت ہے کہ بے شک یعنی اِنَّ سے شروع ہو رہی ہے۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے۔

اسلام آنے سے پہلے بھی خانہ کعبہ کی خدمت کرنے کو اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ ہر قبیلے کے ذمّے کچھ کام تھے۔ عباسؓ کے ذمّے حج پر آنے والے لوگوں کو پانی پلانے کا کام تھا۔ خانہ کعبہ کھولنے اور بند کرنے کی ذمّہ داری عثمان بن طلحہؓ کے ذمے تھی۔

علامہ ابن سعد نے 'طبقات' میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ

ہم خانہ کعبہ کا دروازہ ہفتہ میں سوموار اور جمعرات، دو دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خانہ کعبہ میں داخل ہونے لگے، تو میں نے دروازہ بند کر دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کچھ نازیبا کہا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میری اس حرکت کو برداشت کیا اور فرمایا: "عثمان! ایک دن آئے گا تو دیکھے گا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ میں جسے چاہوں گا، دوں گا۔ میں نے کہا: یہ تب ہو گا، جب قریش ہلاک ہو جائیں گے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:"نہیں! بلکہ اس دن قریش زندہ ہوں گے اور عزت پائیں گے۔"

آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل تو ہو گئے مگر آپ ﷺ کی یہ بات میرے دل میں جم گئی اور میں نے یقین کر لیا کہ جو آپ ﷺ نے فرمایا ہے، ایسا ہو کر رہے گا۔

جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"عثمان! چابی لاؤ "میں نے چابی لا کر دے دی۔ آپ ﷺ نے وہ چابی اپنے ہاتھ میں لی، پھر یہ کہتے ہوئے واپس کر دی:"یہ چابی لو، یہ ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ اگر کوئی تم سے چھینے گا تو وہ ظالم ہو گا"۔

"اس آیت کی شان نزول میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجر اسود کو اپنی لکڑی سے چھوتے تھے اس کے بعد عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو جو کعبہ کی کنجی بردار تھے بلایا ان سے کنجی طلب کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر دے دی کہ اللہ کی امانت آپ کو دیتا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا دروازہ کھول اندر گئے وہاں جتنے بت اور تصویریں تھیں سب توڑ کر پھینک دیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا بت بھی تھا جس کے ہاتھ فال کے تیر تھے آپ نے فرمایا اللہ ان مشرکین کو غارت کرے بھلا خلیل اللہ کو ان تیروں سے کیا سروکار؟ پھر ان تمام چیزوں کو برباد کر کے ان کی جگہ پانی ڈال کر ان کے نام و نشان مٹا کر آپ باہر آئے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اسی اکیلے نے شکست دی پھر آپ نے ایک لمبا خطبہ دیا جس میں یہ بھی فرمایا کہ جاہلیت کے تمام جھگڑے اب میرے پاؤں تلے کچل دیئے

گئے خواہ مالی ہوں خواہ جانی ہوں بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب جوں کا توں باقی رہے گا اس خطبہ کو پورا کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہی تھے

پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے ابھی وہ چند پھیرے ہی پھرے تھے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نازل ہوے اور آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس آیت کی تلاوت شروع کی،

اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں میں نے تو اس سے پہلے آپ کو اس آیت کی تلاوت کرتے نہیں سنا ۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور فرمایا: "یہ چابی لو، یہ ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ اگر کوئی تم سے چھینے گا تو وہ ظالم ہو گا"۔

یہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کی نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی چلی آتی ہے"۔